السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

جب ایک مسجد میں نماز باجماعت ادا ہو جائے، پھر اس کے بعد کچھ اور لوگ آجائیں تو کیا دوبارہ جماعت کرواسکتے ہیں کتاب وسنت کی رو سے واضح کریں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ایک مسجد میں دوسری جماعت کروانے کے متعلق سلف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن جنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دوسری جماعت کرانا جائز ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، اور اصحاب الرائے وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ دوسری جماعت مکروہ ہے۔ امام شافعی کا کہنا ہے کہ جس مسجد میں امام اور موذن مقرر ہوں وہاں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے۔ اگر جماعت کرالیں تو کفایت کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الام للشافعی (۱/۱۳۶۳۶، ۱۳۷۳) جبکہ اصحاب الرائے احناف کا کہنا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔

فریق اول کے دلائل درج ذیل ہیں۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هَذَا؟ فیصلی معہ))

ابو سعید خدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس کے ساتھ تجارت میں شریک ہوگا کہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب جماعت ہو چکی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من یتصدق علی ہذا فیصلی معہ فقام رجل من القوم فصلی معہ))

''کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے؟ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اس کے ساتھ نماز ادا کی''

بیہقی میں ہے کہ ابو بکر نے اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ملاحظہ ہو (المنتقی لابن جارود (۳۳۰) ابو داوٗد، (۵۷٤) ترمذی (۲۲۰) دارمی ۱/۲۵۸، مسند احمد ۳/۴۵، ۸۵، ۶۴/۴۵۵ مسند ابی یعلی ۲/۳۲۱. ابن حبان (۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸)، طبرانی صغیر ۱/۲۳۸، ۲۱۸) بیہقی ۳/۶۹، المحلی ٤/۲۳۸، حاکم ۱/۲۰۹، شرح السنة ۳/۴۳۶, ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۲، ابن خزیمہ (۱۶۳۲)، نصب الرایة ۲/۵۷) التدوین فی اخبار قوین للرافعی ۲/۲۵۸)

یہی حدیث انس بن مالک سے سنن دار قطنی ۱/۲۷۷ میں مروی ہے جس کے بارے میں علامی نیومی حنفی نے آثار السنن ۱/۲۶۷ لکھا ''اسنادہ، صحیح ''علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں ۲/۵۸ پر لکھا (وسندہ جیدا) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے الدرایہ ۱/۱۷۳ پر اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

ابو سیعد خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن، یا امام حاکم و امام ذہبی اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنہ میں اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

"وفیہ دلیل علی أنہ یجوز لمن صلی فی جماعة أن یصلیہا ثانیا مع جماعة آخرین وأنہ یجوز أقامة الجماعة فی مسجد مرتین وہو قول غیر واحد من الصحابة والتابعین"

''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس آدمی نے ایک دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو، اس کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسری مرتبہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرلے۔ اسی طرح مجسد میں دوبارہ جماعت قائم کرنا بھی جائز ہے۔ یہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اور تابعین عظام رحمہ اللہ کا قول ہے''

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرامتے ہیں:

"ولا یکرہ إعادة الجماعة فی المسجد ومعناہ فی المسجد ومعناہ أنہ إذا صلی إمام الحی وحضر جماعة وہذا قول ابن مسعود وعطاء والحسن والنخعی وقتادة وإسحاق"

''ایک مسجد میں جماعت کا اعادہ کران مکروہ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب محلے کے امام نے نماز پڑھ لی اور دوسری جماعت حاضر ہوگی تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود، عطاء، نخعی، حسن، قتادہ، اور اسحق بن راوھویہ رحمہ اللہ کا ہے''۔ (المغنی ۱۰/۳۳/۱۰)

پھر امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے بعد حدیث ابی سعید بھی ذکری کی:

دوسری دلیل

(عن أبی ہریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فضل صلاة الجمع علی صلاة الواحد خمس وعشرون درجة))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز کی فضیلت اکیلئے آدمی کی نماز پر ۲۵ درجے زیادہ ہے''۔

(بخاری مع فتح الباری ۳۹۹/۲ ، مسلم ۱۵۱/۵ ، مع نووی موطا ۱/۲۹ ، نسائی ۱/۲۴۱ ، ۱۰۳/۲ ، ترمذی (۲۱۶) ، ابن ماجہ (۷۸۶) ، دارمی ۱/۲۳۵ ، ابو عوانہ ۲۲۲ ، ابن خزیمہ ۲/۳۶۴ ، ابن حبان ۳/۳۱۸ ، ۳۸۲ ، بیہقی ۶۰/۳ ، شرح السنہ ۳۴۰/۳) ۔

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ۲۷ درجے فضیلت کا ذکر ہے ۔

(ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ۱۳۱/۲۲/۱۳۱)

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں کو شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی پہلی جماعت فوت ہو جائے تو وہ دوسری جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو مذکورہ فضیلت پالے گا ۔

تیسری دلیل

((عن الجعد أبی عثمان قال مر بنا انس بن مالک فی مسجد بنی ثعلبة فقال أصلیتم قال : قلنا نعم وذاک صلاة الصبح فأمر رجلا فأذن وأقام ثم صلی بأصحابه .))

''ابو عثمان الجعد سے مروی ہے کی بنو ثعلبہ کی مسجد میں انس بن مالک ہمارے پاس سے گزرے تو کہا کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے ؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں اور وہ صبح کی نماز تھی ۔ آپ نے ایک آدمی کو حکم کیا ، اس نے اذان و اقامت کہی ، پھر اپنے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی '' (یہ خبر بخاری میں تعلیقاً ۲/۱۳۱ مع فتح الباری اور مسند ابی یعلی (۴۳۵۵) ۷/۳۱۵ ، ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۱ ، بیہقی ۳/۷۰ ، مجمع الزوائد ۲/۴ ، المطالب العالیہ ۱/۱۱۸ (۴۲۶) تغلیق التعلیق ۲/۲۷۶ ، عبدالرزاق ۲۹۱/۲ طبقات المحدثین لابی الشیخ ۱/۴۰۲ ، ۴۰۳ میں موصولاً مروی ہے ۔)

چوتھی دلیل ابن ابی شیبہ میں ہے کہ :

((إبن مسعود دخل المسجد وقد صلوا فجمع بعلقمة و مسروق والأسود))

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی تو آپ نے علقمہ ، مسروق اور اسود کو جماعت کرائی '' ۔

(ابکار المنن ص ۲۵۳ ، اس کی سند صحیح ہے ۔ مرعاۃ شرح مشکوۃ ۱۰۴/٤)

مذکورہ بالا احادیث و آثار صریحہ سے معلوم ہوا کہ مسجد میں دوسری جماعت کرا لینا بلا کراہت جائز و درست ہے اور یہ موقف اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا ۔

مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ :

((أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أقبل من بعض نواحی المدینة یرید الصلوة فوجد الناس قد صلوا فانصرف إلی منزله فجمع أهله ثم صلی بهم .))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اطرف سے آئے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرانا چاہتے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر چلے گئے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں کو جمع کیا ، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی ''

(الکامل لابن عدی ۳۲۹۸/۶ ، مجمع الزوائد ۲/۴۸ ، طبرانی اوسط (۴۷۳۹) علامہ البانی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے تمام المنہ ۱/۱۵۵)

اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو طبرانی نے معجم کبیر و اوسط میں بیان کیا ہے ۔ اس کے رجال ثقہ ہیں ۔ اس سے یہ دلیل کی جاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہوتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی فضیلت کو ترک نہ کرتے یعنی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت عام مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے ۔

ج = اولاً : مولانا عبیداللہ مبارک پوری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں 'اس حدیث سے دوسری جماعت کی مکروہیت پر دلیل پکڑنا محل نظر ہے ۔ اسلئے کہ یہ حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں نماز پڑھائی ہو بلکہ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ آپ نے انہیں نماز مسجد میں پڑھائی ہو ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر کی طرف جانا گھر والوں کو جمع کرنے کیلئے تھا ، نہ کہ گھر میں جماعت کروانے کیلئے ، تو اس صورت میں حدیث اس مسجد میں جس کا موذن و امام متعین ہو ، دوسری جماعت کے استحاباب کی دلیل ہوگی ۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں جماعت کروانے کیلئے ، تو اس صورت میں یہ حدیث اس مسجد میں جس کا موذن و امام متعین ہو ، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی ۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو گھر میں ہی جماعت کرائی تو اس سے مسجد میں دوبارہ جماعت کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ انتہائی آخری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایسی مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس سے نکل کر گھر چلا جائے تو گھر میں اپنے اہل کے ساتھ نماز پڑھے ۔

بہر حال اس کیلئے مسجد میں دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث کے بعد میں آنے والے اکیلے آدمی کی اس مسجد میں نماز کی کراہت پر دلالت نہیں کرتی ۔ اگر اس حدیث سے مسجد میں دوبارہ جماعت کے مکروہ ہونے پر دلیل کی جائے تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ اکیلے بھی اس مسجد میں نماز نہ پڑھے ۔ (مرعاۃ ٤/١٠٥)

دوسری دلیل :

ثانیاً : اگرچہ علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ بن الولید مدلس راوی ہیں اور یہ تدلیس التسویہ کرتا ہے جو کہ انتہائی بڑی تدلیس ہے اور اس کی تصریح بالسماع مسلسل نہیں ہے ۔

((عن ابراہیم أن علقمة والأسود أقبلا مع ابن مسعود إلی مسجد فاستقبلهم الناس قد صلوا فرجع بهم إلی البیت فجعل أحدهما عن یمینه والآخر عن شماله ثم صلی بهما .))

''ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہ اور اسود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے تو لوگ انہیں اس حالت میں ملے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے ساتھ گھر کی طرف چلے گئے ، انہوں نے ایک کو دائیں جانب اور دوسری کو بائیں جانب کیا پھر ان کو نماز پڑھائی ''

(عبدالرزاق ۳۸۸۳) ۲۲/۴۰۹ ، طبرانی کبیر (۹۳۸۰)

اس روایت کی سند میں حماد بن ابی سلیمان ہیں جو مختلط اور مدلس تھے ۔ ملاحظہ ہو طبقات المدلسین ۳۰ اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی عن عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے ۔ نیز حماد کے اختلاف سے قبل تین راویوں کی روایت حجت ہوتی ہے ۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں :

ولا یقبل من حدیث حماد الا ما رواہ عنہ القدماء شعبہ و سفیان الثوری والدستوائی و من عدا ہؤلاء رووا عنہ بعد الاختلاط (مجمع الزوائد 1/125)

''حماد بن ابی سلیمان کی وہ روایت قبول کی جائے جو اس سے قدماء یعنی اختلاط سے پہلے والے راویوں کی رویات ہوگی جیسے شعبہ، سفیان ثوری اور ہشام دستوائی اور جو ان کے علاوہ اس سے روایت کریں وہ بعد از ختلاف ہے ۔''

تقریباً یہی بات امام احمد بن جنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے ۔ ملاحظہ ہو شرح علل ترمذی لابن رجب ص ۳۲۶ وغیرہ اور یہ روایت حماد سے معمر نے بیان کی ہے لہذا یہ بھی قابل حجت نہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں شاگردوں کوئی دائیں بائیں کھڑا کر کے جماعت کروائی اور یہ بات احناف کو مسلم نہیں جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار ص ۶۶۹ مترجم میں ذکر کیا ہے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ اوپر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد میں دوبارہ جماعت کروانا صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے ۔ لہٰذا مذکورہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت میں کراہت کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں بلکہ صحیح روایت سے دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے ۔ اور یہی جواز والا مذہب اقرب الی الصواب ہے ۔ مولانا عبدی اللہ رحمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

"فأرجح الأقوال عندنا ہو أنہ یجوز و یباح من اتی مسجدا قد صلی فیہ بإمام راتب و ہو لم یکن صلاہا وقد فاتتہ الجماعۃ لعذر أن یصلی بالجماعۃ واللہ أعلم " (مرعاۃ شرح مشکوۃ 4/107)

''ہمارے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ جو آدمی مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ امام معین کے ساتھ نماز ادا ہو چکی ہو اور اس نے وہ نماز نہیں پڑھی اور عذر کی بناء پر اس کی جماعت فوت ہو گئی تو اس کیلئے جائز و مباح ہے کہ وہ جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کر لے ''۔

بہر صورت یہ یاد رہے کہ بغیر عزر کے جماعت سے پیچھے رہنا اور خواہ مخواہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر دوسری جماعت کا رواج ڈالنا درست نہیں کیونکہ دوسری جانب جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے کہ مومنوں کی نماز اکھٹی ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

((لقد أعجبنی أن تکون صلاۃ المؤمنین واحدۃ حتی لقد ہممت أن أبث رجالا فی الدور فیؤذنون الناس بحین الصلوۃ)) (ابن خزیمہ 1/199 . ابوداؤد (506) 1/138)

''مجھ یہ پسند ہے کہ مومنوں کی نماز ایک ہو یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ آدمیوں کو محلوں میں پھیلا دوں اور وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دیں ۔ ''

اس کے علاوہ بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تاکید میں کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہوئی ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے ۔ سوائے عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ اگر ہم گھر سے نماز با جامعت کے ادارے سے نکلتے ہیں اور ہمارے آتے آتے نماز فوت ہو جاتی ہے تو مسجد میں آکر ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

[(من توضأ فأحسن الوضوء ثم راح فوجد الناس قد صلوا أعطاہ اللہ مثل أجر من صلاہا وحضرہا لا ینقص ذالک من أجرہم شئیاء))

''جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر چل پڑا (مسجد کی طرف) اُس نے لوگوں کو پایا کہ انھوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو نماز با جماعت ادا کرنے اور اس میں حاضر ہونے والے کی طرح اجر دے گا ۔ ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا''۔

(سنن ابوداود (۵۶۴)، نسائی ۱۱/۲/۱، شرح السنہ ۳/۳۴۲، مستدرک ۱/۲۰۸، امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے ۔ مسند احمد ۲/۳۸۰ تاریخ کبیر للبخاری ق ۲۲، ج ۸۸ ص ۴۶۲۶)

یہ روایت حسن ہے ۔ نیل المقصود (۵۶۴) اور اس کا ابو داؤد میں ایک شاہد بھی ہے ۔ ملاحظہ ہو (۵۶۳) لہذا بغیر عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے اور اگر کسی عذر کی بنا پر جماعت سے رہ گیا تو اور افراد کے ساتھ مل کر دوسری جماعت کرالی تو بلا کراہت جائز ہے ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ج1

محدث فتویٰ